QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

اسلام کا سماجی نظام تعلیمات نبوی کی روشنی میں

THE ISLAMIC SOCIAL SYSTEM IN THE LIGHT OF PROPHETIC TEACHINGS

Dr. Muhammad Adil
Lecturer, Department of Islamic Studies, Bacha Khan University, Charsadda.
Email: adilfareedi@bkuc.edu,pk
Dr. Muhammad Majid
Lecturer Islamic Studies, Govt Degree college, Lund khwar, Mardan, KPK
Email: muftimuhammadmajid@gmail.com

Abstract:

The Muslim world today consists of 57 independent states spread across 32 million square kilometers, home to over two billion people—approximately one-fourth of the global population. Despite this, the Muslim Ummah holds an insignificant position in global politics, economy, and decision-making processes. Historically, Muslims led the world in various spheres, but over the last few centuries, a gradual decline has culminated in a critical existential crisis.

Among the multiple dimensions of this decline, social disintegration stands out as the root cause influencing political, economic, and cultural downfall. In the face of widespread ideological invasion and cultural erosion, the Ummah is experiencing a deep identity crisis. The revival of its lost dignity and global relevance appears unattainable under current secular paradigms.

This research paper investigates the foundational principles of the Islamic social system as derived from the Seerah of the Prophet Muhammad ﷺ. It aims to explore how Prophetic teachings offer a viable, timeless model for societal reform. The study proposes that meaningful revival in the Muslim world depends on reestablishing a divine social order rooted in revelation and actualized through the Prophetic example—transforming social decline into collective strength and dignity.

Key words: *social problems, Islamic social system, Prophetic teachings, Muslim Ummah, Islamic world*

1.0۔تعارف

موجودہ دور میں عالمِ اسلام 32 ملین کلو میٹر پر پھیلے 57 آزاد ریاستوں پر مشتمل ہے، جس کی آبادی 2 ارب سے متجاوز ہے، یعنی عالمِ اسلام ممالک، رقبہ اور آبادی کے لحاظ سے دنیا کے ایک چوتھائی پر مشتمل ہے۔ لیکن عالمی سطح پر فیصلہ سازی اور بین الاقوامی سیاست میں امت مسلمہ کا کردار نہ ہونے کے برابر ہے، بلکہ یوں کہا جائے کہ سیاسی، دفاعی، معاشی اور سماجی لحاظ سے عالمِ اسلام اس وقت غیر وں کے رحم و کرم پر ہے تو بے جانہ ہو گا، حالانکہ دو سے تین سو سال پہلے دنیا کی رہنمائی کا تاج عالمِ اسلام کے سر پر تھا، لیکن پھر امت پر مجموعی زوال کا دور آیا اور ہوتے ہوتے اب اس کو اپنی بقاء کی جنگ درپیش ہے۔ عالمِ اسلام کے اس مجموعی زوال کی وجوہات و اسباب کا جائزہ لیا جائے، تو کئی قسم کے انفرادی و اجتماعی امور میں خرابی و سقم کی نشاندہی کی جا سکتی ہے، لیکن ان وجوہات میں سے کسی ایک ایسی وجہ کو متعین کرنا ہو جس نے ہر سطح اور ہر شعبے کو متاثر کیا ہو، تو وہ سماجی زوال ہے، کیونکہ دیگر تمام اسباب کی جڑ بھی یہی سے نکلتی ہے۔

موجودہ وقت میں امت مسلمہ ہر طرف سے جس تہذیبی و فکری یلغار اور سماجی و معاشرتی مسائل کی زد میں ہے، شاید اس کی پوری تاریخ میں ایسا سخت دور نہ آیا ہو، اس وقت امت پر مجموعی طور پر ایک یاس کی کیفیت چھائی ہوئی اور امت کی کھوئی ہوئی ساکھ اور عالمی سطح پر اس کے وقار کی بحالی بظاہر ناممکن دکھائی دے رہی

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

ہے۔ ان حالات میں عالمِ اسلام کے سماجی مسائل کا حل ایک ہی نظر آرہا ہے کہ موجودہ سماجی نظام کی بجائے وحیٔ الٰہی سے مستفاد کامل مکمل سماجی نظام کے قیام کی کوشش کی جائے اور اس کے عملی نفاذ کے لئے سیرت طیبہ سے رہنمائی حاصل کی جائے، کیونکہ سیرتِ طیبہ کا اعجاز ہے کہ ہر زمانے کے مسائل کا بہترین حل اس میں موجود ہے۔

لہٰذا اس تحقیقی مقالہ میں اسلام کے سماجی نظام کو تعلیمات نبوی کی روشنی میں زیرِ بحث لایا گیا ہے، تاکہ عالمِ اسلام کے سماجی زوال کو عروج سے بدلنے کا نسخہ سامنے لایا جاسکے۔

2.0۔ منہج تحقیق

اس مقالہ میں درج ذیل منہج اختیار کیا جائے گا:

- اسلام کے سماجی نظام کے ان چیدہ عناصر کی وضاحت اور اہمیت ذکر کی جائے گی، جن میں امت مسلمہ کو چیلنجز درپیش ہیں۔
- بعض مقامات پر ایک عنوان کے نیچے بظاہر مختلف لیکن باہم ملے ہوئے عناصر کو ذکر کیا جائے گا۔
- سیرت طیبہ سے مثالیں ذکر کر کے امت مسلمہ کو درپیش مسائل کا حل انہی مثالوں کے ضمن میں ذکر کیا جائے گا۔
- الفاظ کی تحدید کو مد نظر رکھ کر بعض مقامات پر آیت، حدیث اور واقعۂ سیرت کی طرف صرف اشارہ کر کے فٹ نوٹ میں حوالہ دیا جائے گا۔

3.0۔ اسلام کے سماجی کی خصوصیات اور اہم اجزائے ترکیبی

اسلام کے سماجی نظام کو دیگر نظاموں پر تین طرح کی فوقیت و خصوصیت حاصل ہے؛ پہلی خصوصیت یہ کہ اسلام کا سماجی نظام وحیٔ الٰہیٰ سے مستفاد ہے جبکہ دیگر نظام انسانوں کے بنائے ہوئے ہیں، دوسری یہ کہ اسلام کے سماجی نظام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے ذریعے عملی طور پر نافذ کروایا، تیسری خصوصیت یہ کہ اسلام کے سماجی نظام کی بنیاد عقیدہ توحید پر رکھی گئی، اسی طرح یہ حیات انسانی کے جملہ شعبہ جات کو شامل اور فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہے جبکہ دیگر نظام مادی بنیادوں پر قائم کئے گئے ہوتے ہیں، اسی طرح انسانی زندگی کے کسی خاص شعبہ یا رُخ سے متعلق ہوتے ہیں اور انسانی ضرورتوں کو پورا نہیں کرتے۔

اسلام کے سماجی نظام کے اہم اجزائے ترکیبی میں عقیدہ توحید کو بنیاد کی حیثیت حاصل ہے، جبکہ دیگر اجزائے ترکیبی میں سماجی عدل وانصاف، قانونی و معاشرتی مساوات، برداشت ورواداری، اخوت وبھائی چارہ، تعلیم وتربیت اور اصلاح معاشرہ جیسے اہم عناصر شامل ہیں۔ ذیل میں اسلام کے سماجی نظام کے ان چیدہ چیدہ پہلوؤں پر بحث کی جائے گی، جس میں امت مسلمہ کو آج چیلنجز درپیش ہیں اور جو بلاواسطہ یا بالواسطہ دیگر تمام امور و عناصر کو شامل ہیں:

4.0۔ اتفاق واتحاد

اتفاق واتحاد اسلام کے سماجی نظام کا اہم عنصر ہے، جو معاشرہ تقسیم وافتراق کا شکار ہوتا ہے، وہ سماجی زوال کا شکار ہوتا ہے۔ عالمِ اسلام میں اس وقت اتفاق واتحاد کا تصور ہی مفقود ہو چکا ہے، بین الاقوامی سطح پر نااتفاقی کے ساتھ مسلم ممالک اندرونی طور پر قومیت، فرقہ بازی اور سیاسی وطبقاتی تقسیم کا شکار ہو کر انتشار میں مبتلا ہیں، جب سے خلافت کا خاتمہ ہوا ہے اور ممالک کے درمیان سرحدات کی لکیریں کھینچی گئی ہیں، اس وقت سے توحید ورسالت اور اسلامی بھائی چارے پر قائم باہمی ربط مفادات کی بھینٹ چڑھ چکا ہے۔

اگرچہ او آئی سی (OIC) کے نام سے اسلامی ممالک کی ایک تنظیم قائم کی گئی، لیکن 57 رکن ممالک پر مشتمل ہونے کے باوجود یہ تنظیم اپنے اہداف حاصل کرنے میں اب تک ناکام نظر آتی ہے اور کوئی باہمی سیاسی، دفاعی یا معاشی نظم بنانے میں کامیاب نہ ہو سکیں۔ اسی نااتفاقی کا نتیجہ ہے کہ عالمی فورمز پر دیگر اقوام کو نمایاں برتری حاصل ہے اور مسلمان ممالک اکثر و بیشتر کسی متفقہ موقف کو اپنانے اور عالمی سطح پر اسے منوانے میں ناکام نظر آتے ہیں۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

4.1۔ سیرت طیبہ میں اتفاق واتحاد سے متعلق تعلیمات

رسول اللہ ﷺ ساری زندگی اتفاق و اتحاد کے دعوت دیتے رہے، یہاں تک کہ نبوت سے قبل جب عرب قبائل کے درمیان جنگ بندی، افتراق و انتشار کے خاتمے اور مظلوموں کی حمایت کے لئے "حلف الفضول" کے نام سے معاہدہ کر رہے تھے تو آپ ﷺ نے اس میں شرکت کی تھی اور نبوت کے بعد بھی آپ ﷺ اس پر فخر کرتے تھے [1]۔ بعثت کے بعد بحیثیت پیغمبر آپ ﷺ نے قبائلی عصیبت میں گرے لوگوں کو وحدت اسلامی کی حبل اللہ المتین میں پھرونے کا آغاز مکی دور میں ان کے درمیان مؤاخات قائم کرنے سے کیا[2]، جبکہ ہجرت کے بعد مواخات کے ذریعے مہاجرین وانصار کا مثالی اتحاد قائم کیا[3]۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنوں کے ساتھ غیروں کو اتفاق کی رسی میں پھرویا جس کی واضح مثال میثاق مدینہ ہے، اس میثاق کے ذریعے آپ ﷺ نے آپس میں دست وگریباں قبائل کو ایک ایسے متفقہ آئین پر جمع کیا، جس کا بنیادی نکتہ باہم ایک قوم بننا تھا، جیسے اسی میثاق کی ایک شق ہے:

"إن يهود بني عوف أمة مع المؤمنين، لليهود دينهم وللمسلمين دينهم مواليهم وأنفسهم"[4]

4.1.1۔ نااتفاقی کا سبب بننے والے امور کا سدباب

رسول اللہ ﷺ کو اتفاق واتحاد سے جتنی محبت تھی، اس سے زیادہ آپ ﷺ افتراق وانتشار سے نفرت کرتے، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ نااتفاقی کا سبب بننے والے امور کی تردید فرماتے تھے:

4.1.1.1۔ قومیت وعصبیت

عصبیت و قومیت افتراق کے اسباب میں سے ہے، اس لیے آپ ﷺ اس سے منع کرتے ہوئے فرماتے:

"ليسِ منّا من دَعا إلى عصبيّةٍ"[5]

غزوہ مریسیع کے موقع پر جب مہاجرین وانصار کے درمیان کسی بات پر تنازعہ پیدا ہوا عصبیت کے نعرے بلند کئے گئے تو رسول اللہ ﷺ نے اس پر سخت نکیر فرمائی[6]۔ انہی اقدامات کا نتیجہ تھا کہ فارسی غلام سلمان کے متعلق مہاجرین کہتے کہ یہ ہم سے ہے اور انصار اسے اپنا کہتے [7]۔

4.1.1.2۔ فقہی ومسلکی اختلاف

اسی طرح فقہی و مسلکی امور میں اختلافات بھی تقسیم وافتراق کا باعث بنتے ہیں، رسول اللہ ﷺ ان معاملات کو علمی اختلاف تک محدود رکھنے کے لیے صحابہ کرامؓ کی عملی تربیت فرماتے تھے، جیسے بنو قریظہ پر لشکر کشی وقت رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ عصر کی نماز بنو قریظہ کی بستی میں پہنچ کر پڑھنا، راستے میں عصر کا وقت ہو گیا تو بعض صحابہ نے آپ ﷺ کے ظاہری الفاظ پر عمل کیا اور راستے میں نماز نہیں پڑھی جبکہ بعض نے آپ ﷺ کے قول کے مفہوم پر عمل کرتے ہوئے نماز راستے میں ادا کی، رسول اللہ ﷺ کو واقعہ کا علم ہوا تو آپ نے دونوں گروہوں کی تصدیق و تصویب فرمائی۔ اسی طرح مسلکی اختلاف کو ختم کرنے کے لیے آپ ﷺ نے امت کو نسخہ کیمیا دکھاتے ہوئے فرمایا:

وَسَتَرَوْنَ مِنْ بَعْدِي اخْتِلَافًا شَدِيدًا فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ[8]

4.2۔ تعلیمات سیرت کی روشنی میں حل

- ملکی و بین الاقوامی سطح پر مسلمانوں کے درمیان اتفاق واتحاد کو فروغ دینے کے لیے سیرت طیبہ کی روشنی میں تمام وسائل بروئے لانے چاہیئے۔
- قومیت و عصبیت، فرقہ پرستی و مسلک پرستی اور انتشار کا سبب بننے والے امور کا تعلیم و تعلم اور قانون سمیت تمام ممکنہ ذرائع سے سدباب کرنا چاہیئے۔
- خصوصاً حکمران طبقہ پر لازم ہے کہ امت کی یکجہتی کے لئے اقدامات اٹھائیں اور او آئی سی کو عملی طور پر فعال بنائیں۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

5.0۔ نوجوان نسل سے متعلقہ امور

اسلام کے سماجی نظام میں نوجوانوں کی فکری و عملی تربیت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، کیونکہ ان کی جسمانی و ذہنی قوتیں اور جذبے جوان ہوتے ہیں اور حقیقی معنوں میں قوم کا مستقبل ہوتے ہیں۔ اس وقت عالم اسلام میں نوجوانوں کی آبادی دنیا کی سب سے بڑی اور تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ عالم اسلام کا یہ قیمتی اثاثہ ہی اس کے لیے سب سے سنگین مسئلہ بن رہا ہے۔ امت مسلمہ کو نوجوانوں کے حوالے درپیش چیلنجز درج ذیل ہیں:

5.1۔ تہذیبی و فکری بے راہ رو (الحاد و بے دینی)

عالم اسلام کے نوجوان اس وقت مغرب کی تہذیبی و فکری حملوں کی زد میں ہیں۔ ظاہر بیں اہل باطل اس حقیقت کو سمجھ چکے ہیں کہ فوجی یلغار اور ہتھیاروں سے حاصل کی گئی فتح دیرپا نہیں ہو سکتی، اس لیے انہوں نظریاتی و فکری جنگ کے ذریعے دیرپا قبضے کا طریقہ اختیار کیا۔ میڈیا، نصاب تعلیم اور دیگر ذرائع سے تہذیب غیر کو ترقی کی علامت اور فیشن باور کرایا گیا، جس نے عالم اسلام پر نمایاں اثراتِ بد مرتب کیے، خصوصاً مسلمان نوجوان غیروں کی تہذیب کے اس قدر دلدادہ ہو چکے کہ اپنی تہذیب کو بھول چکے ہیں۔

ترقی کے لالچ میں غیروں سے مستعار لی گئی تہذیب سے نوجوان نسل میں تشکیک، تذبذب، مرعوبیت، احساس کمتری، مغلوبیت اور بے حیائی کے ایسے جراثیم پیدا ہوئے کہ نوجوان نسل اب مغرب کے دماغ سے سوچتی ہے، مغرب کی آنکھوں سے دیکھتی ہے، مغرب کی بنائی ہوئی راہوں پر چل رہی ہے، شعوری و لاشعوری طور پر ان کے اذہان پر یہ مفروضہ مسلط ہو چکا ہے کہ حق وہ ہے جس کو مغرب حق سمجھتا ہے، صداقت، اخلاق، شائستگی اور ہر ایک معیار ان کے نزدیک وہی ہے جو مغرب نے مقرر کیا ہے[9]۔

5.2۔ نوجوانوں کی عملی بے راہ روی (منشیات اور جوئے کی لعنت)

امت مسلمہ کی نوجوان نسل عموماً عملی بے راہ روی کی شکار ہو کر منشیات اور جوئے کی لعنت میں گرفتار ہو چکی ہے اور روز افزوں ایسے نوجوانوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ منشیات، جوئے اور عملی بے راہ روی کی لعنت سے نوجوان نہ صرف خود ضائع ہو رہے ہیں؛ بلکہ وہ معاشرے اور ملک و قوم پر بھی بوجھ بن رہے ہیں اور جرائم کی طرف مائل ہو رہے ہیں، خصوصاً آن لائن جوئے کی مرض میں بے تحاشہ اضافہ ہوا ہے، اسی طرح تعلیمی ادارے جہاں ان تربیت ہونی ہے، منشیات کی آماجگاہ بن چکی ہیں۔ منشیات اور جوئے کی لعنت میں گرفتار ہونے کی وجہ سے نوجوان نسل میں خودکشی اور جرائم کا رجحان ناقابل یقین حد تک پہنچ چکا ہے۔

5.3۔ ذرائع ابلاغ / سوشل میڈیا کا منفی استعمال

سوشل میڈیا کا غلط استعمال عالم اسلام کو درپیش چیلنجز میں سے خطرناک چیلنج ہے، کیونکہ اس کے اثراتِ بد سرعت کے ساتھ پھیلتے ہیں۔ اگرچہ سوشل میڈیا کے فوائد بھی بے شمار ہیں، لیکن اس کے بے جا استعمال نے نوجوان نسل کو فکری و عملی بے راوہ روی کی راہ پر ڈال دیا ہے؛ سوشل میڈیا پر الحاد، بے دینی اور مسلماتِ دین کے خلاف شکوک و شبہات کے لیے مذہبی اور سیکولر لبادہ اوڑھے گروہوں کے گروہ موجود ہیں، اسی طرح فاشی، بے حیائی اور عریانی پر مبنی مواد بھی کثرت سے باسہولت دستیاب ہے۔ اس کے علاوہ عوام کو اپنی ریاستوں کے خلاف قومیت، لسانیت اور حقوق کے نام پر اکسانے کے لیے بھی لاتعداد گروہ سرگرم عمل ہیں۔ ان سب سازشوں کا نشانہ براہ راست مسلمان نوجوان ہے اور اس کا اثر مسلمان نوجوان نسل پر محسوس بھی کیا جارہا ہے، کیونکہ ایک بڑی تعداد الحاد و بے دینی، بے حیائی و عریانی اور قومیت و لسانیت کی راہ پر چل کر فکری و عملی گمراہی کا شکار ہو چکی ہے اور بدقسمتی سے اب تک اس کے سدباب کے لیے کوئی منصوبہ بندی بھی دکھائی نہیں دے رہی۔

5.4۔ نوجوان نسل کی فکری و عملی حفاظت کے لئے رسول اللہ ﷺ کا منہج

رسول اللہ ﷺ نوجوانوں کو غیروں کی فکری سازشوں اور عملی بے راہ روی سے بچانے کے لیے ان کو غیروں کی فکری[10] و عملی[11] مشابہت کی سختی سے منع فرماتے، اسی طرح منشیات، جوئے اور بے حیائی کی حرمت و ممانعت فرماتے اور ان افعال محرمہ پر سزائیں بھی دیتے تھے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

5.1.1۔ نوجوانوں کی تعلیم وتربیت اور قومی امور میں شرکت

صفہ کے تعلیمی ادارے میں تعلیم وتربیت کی غرض سے مقیم اکثر افراد نوجوان تھے، جن کی تربیت خود رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے، پھر انہی میں سے ذہین و قابل افراد کو قومی ذمہ داریاں دی جاتی تھیں، جیسے رسول اللہ ﷺ نے اپنا چیف سیکرٹری اہل صفہ میں سے ایک نوجوان زید بن ثابتؓ کو بنایا تھا۔ ریاست کے تعلیمی امور کی نگرانی ایک نوجوان معاذ بن جبل کے سپرد کر دی، جبکہ آپ کی شوریٰ میں شامل اکثر نوجوان صحابہؓ شامل تھے[12]، اسی طرح خواتین کی تعلیم وتربیت کے لیے بھی رسول اللہ ﷺ نے انتظامات فرمائے تھے اور انہی قومی معاملات میں شریک بھی کیا جاتا تھا[13]۔

5.1.2۔ ذرائع ابلاغ کا مثبت استعمال یقینی بنانا

ذرائع ابلاغ کے منفی استعمال کو روکنے اور مثبت امور کے لیے اس کو استعمال یقینی بنانے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے درج ذیل اقدامات اٹھائے تھے:

1: رسول اللہ ﷺ نے اپنے زمانے میں دین وحق کی ترویج اور مخالفین کے اعتراضات وپروپیگنڈے کا جواب دینے کے لئے ابلاغ کے تمام ذرائع کا استعمال فرمایا؛ لیکن آپ ﷺ نے ذرائع ابلاغ کے استعمال میں ممکنہ برائیوں اور قباحتوں سے بچتے ہوئے، اس سے فائدہ اٹھایا۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں شاعری، خطابت اور اسواق عرب ابلاغ کے بڑے ذرائع تھے، رسول اللہ ﷺ نے ایک طرف فضول وغلیظ شاعری کی ان الفاظ میں مذمت فرمائی:

"لَاَن يَّمتَلِيَ جَوفُ رَجُلٍ قَيحًايُرِيهِ خَيرمِّن اَن يَّمتَلِي شِعراً"[14]

لیکن دوسری طرف خود دین کی ترویج اور مشرکین کے ہجو کا جواب دینے کے لیے شعراء صحابہ کرامؓ حسان بن ثابت اور عبد اللہ بن رواحہؓ کی حوصلہ افزائی فرمائی[15]، خصوصاً غزوہ خیبر کے بعد جب مشرکین نے رسول اللہ ﷺ اور اسلام کے خلاف پروپیگنڈہ کی جنگ شروع کی تھی، تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمان شعراء کو ان کے مقابل بیانیہ (Counter Narratives) بنانے کی ذمہ داری سونپی تھی۔ اسی طرح آپ ﷺ خود اسواق عرب میں تشریف لے جاتے تھے لیکن وہاں ہر قسم کی خرافات وفضولیات سے خود کو بچاتے ہوئے صرف تبلیغ دین پر توجہ مرکوز رکھتے تھے[16]۔

2: مشرکین کے پروپیگنڈے کو بے اثر کرنے کے لیے آپ ﷺ مسلمانوں خصوصاً نوجوانوں کی براہ راست رہنمائی فرماتے اور انہیں اصل حقائق سے باخبر رکھتے تھے تاکہ غیر لوگ انہیں دین وریاست کے متعلق غلط خبروں اور پروپیگنڈے سے گمراہ نہ کر سکے۔

3: رسول اللہ ﷺ نے دین وریاست کے خلاف ذرائع ابلاغ کا استعمال کرنے والے افراد اور اس غرض سے قائم مقامات کو مسمار کرایا، جیسے یہودی سردار کعب ابن اشرف[17] اور ابو رافع[18] جو اپنی شاعری کے ذریعے لوگوں کو ریاست کے خلاف اکساتے ان کو ان کے قلعوں میں ہی ٹھکانے لگانے کا بندوبست کیا گیا، جبکہ دین وریاست کے خلاف سازشوں کا جال بُننے کے لیے مسجد کے نام قائم کی گئی عمارت ضرار رسول اللہ ﷺ نے مسمار کرایا[19]۔

5.2۔ تعلیمات سیرت کی روشنی میں حل

- نوجوانوں کو تہذیب غیر اور فکری وعملی گمراہی سے بچانے کے لیے تعلیم وتربیت کے ساتھ ساتھ انہیں قومی دھارے میں لانے اور ان میں احساس ذمہ داری پیدا کرنے کے لیے تعلیماتِ سیرت کے مطابق سنجیدہ اقدامات اٹھانے چاہیئے۔
- سیرت طیبہ کی روشنی میں ذرائع ابلاغ کے مثبت استعمال یقینی بنانے کے لیے تمام ممکنہ اقدامات اٹھانا ضروری ہیں۔
- سیرت کی تعلیمات کے مطابق سوشل میڈیا کے استعمال سے متعلق واضح قوانین بنائے جائیں تاکہ ان افراد کے خلاف قانونی کاروائی عمل میں لائی جائے جو دین وریاست کے خلاف سرگرم عمل ہیں اور ایسے افراد کے پیجز، گروپس اور چینلز کو بھی بلاک کیا جائے۔
- نبوی منہج کے تحت عوام خصوصاً نوجوان نسل سے رابطہ رکھ کر ان کو حقائق سے باخبر رکھنا چاہیئے تاکہ پروپیگنڈے کا شکار ہو کر گمراہ ہونے سے بچ سکیں۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

6.0 تعلیم و تحقیق اور ٹیکنالوجی

اسلام کے سماجی نظام میں تعلیم و تحقیق کو نمایاں مقام حاصل ہے، کیونکہ قوموں کی ترقی وبقاء کے لیے لازم ہے کہ اپنے زمانے کی ضروریات کے مطابق تعلیم و تحقیق کے میدان میں دوسروں کے شانہ بشانہ چلیں اور اس کی بنیاد پر جدید ترین ٹیکنالوجی کی فراہمی یقینی بنائے، تاکہ زراعت وصنعت اور دفاع سمیت دیگر شعبوں میں کسی کے محتاج نہ رہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلمانوں نے علم و تحقیق اور ایجادات کے میدان وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے کہ دنیا آج بھی ان کی زیرِ احسان ہے، اس وقت دنیا کی بہترین جامعات عالمِ اسلام میں موجود تھیں، لیکن ان سائنسدانوں اور محققین کے علوم سے حقیقی معنوں میں مغربی اقوام نے استفادہ کیا اور سائنس و ٹیکنالوجی میں وہ کمال حاصل کیا کہ اس فن میں مسلمانوں سمیت پوری دنیا انہی کی محتاج ہو کر رہ گئی ہے۔

موجودہ زمانے میں عالمِ اسلام کی کوئی یونیورسٹی دنیا کی بہترین سو(100)یونیورسٹیز میں موجود نہیں، نت نئی ایجادات اور ٹیکنالوجی میں اس وقت مسلم دنیا کا کردار نہ ہونے کے برابر ہے، اسلامی دنیا میں دس لاکھ لوگوں میں سے سو لوگ سائنس سے واقفیت رکھتے ہیں جبکہ مغربی ممالک میں یہ تعداد پانچ ہزار تک ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ تعلیمی اعتبار سے ہونے والی درجہ بندی میں ابتدائی بیس(20) ممالک میں کوئی مسلمان ملک شامل نہیں[20]۔ تعلیم و تحقیق اور ٹیکنالوجی میں زوال کی وجہ سے مسلم ممالک دنیا میں بس جغرافیائی حد تک وجود رکھتی ہیں اور عالمی حکمرانی ان قوموں کے ہاتھ میں ہے جو سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں آگے ہیں۔

6.1۔رسول اللہ ﷺ کی تعلیمی پالیسی

رسول اللہ ﷺ کی تعلیمی پالیسی درج ذیل نکات پر مشتمل تھی:

6.1.1۔ تعلیم کی اہمیت اور آسان فراہمی

رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت مکہ مکرمہ میں محض چند افراد ہی لکھنا پڑھنا جانتے تھے[21]، ایسے معاشرے میں پلنے بڑھنے کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے روزِ اول سے تعلیم و تحقیق کی اہمیت کو سمجھا، یہی وجہ ہے کہ مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد جب زمام اقتدار آپ ﷺ ہاتھوں میں آیا، تو مختصر عرصہ میں معاشرے کی کایاں یوں پلٹ گئی کہ ان پڑھ ہونا عیب اور باعث شرم سمجھا جانے لگا۔

رسول اللہ ﷺ نے تعلیم کے تمام ذرائع بروئے کار لائے اور حقیقی معنوں میں گھر کی دہلیز پر تعلیم کی فراہمی یقینی بنائی، جگہ جگہ درسگاہیں قائم کیں، خود بھی مرد اور خواتین دونوں کی تعلیم وتربیت کا سلسلہ جاری رکھا، صحابہ کرامؓ کو انفرادی واجتماعی حیثیت سے دوسرے مقامات پر علم سکھانے کے لئے بھیجا، بلکہ گھروں تک معلم بھجوانے کا انتظام بھی فرمایا[22]۔

6.1.2۔ جدید علوم کا انتظام

رسول اللہ ﷺ نے اپنے زمانے میں رائج تمام علوم کے تعلیم و تعلم کی ترغیب دی، جیسے پیراکی، نشانہ بازی، ریاضی، طب اور انساب وغیرہ، صحابہ کرامؓ میں سے بہت سے مرد اور خواتین مختلف علوم میں ماہر و متخصص تھے[23]۔ آمدنی زندگی میں جب یہود سے معاملات درپیش ہوئے تو یہ ضروری سمجھا گیا کہ مسلمانوں کو ان کی زبان آنی چاہیئے تاکہ ریاست کا محکمہ خارجہ غیروں کا محتاج نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا زید بن ثابت کو خود عبرانی زبان سیکھنے کے لیے یہود کے ہاں بھیجا[24]۔

6.1.3۔ ٹیکنالوجی کا استعمال

رسول اللہ ﷺ نے ضرورت کے مطابق خود ٹیکنالوجی کا استعمال فرمایا، جیسے جنگوں کے موقع پر اس وقت کی جدید آلاتِ حرب، زرہ، منجنیق، دبابے(توپ)وغیرہ کا استعمال، پیغام رسانی کے لیے خطوط لکھنا اور ابلاغ کی غرض سے منبر کا استعمال آپ ﷺ کی طرف سے ٹیکنالوجی کے استعمال کی مثالیں ہیں، بلکہ ایک موقع پر آپ ﷺ نے جدید ٹیکنالوجی اور تکنیک کے متعلق فرمایا کہ تم لوگ دنیوی امور میں زیادہ واقفیت رکھتے ہو لہٰذا ان امور میں میرا مشورہ بھی تم پر ماننا لازم نہیں[25]۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

6.2۔ تعلیمات سیرت کی روشنی میں حل

- امتِ مسلمہ کو سیرت طیبہ کی تعلیمات کو مد نظر رکھ کر تعلیم کی فراہمی کے لیے اپنے تمام ممکنہ وسائل بروئے کار لانے چاہیئے۔
- جامعات و مدارس کا قیام ہو یا فاصلاتی نظام تعلیم، بچوں کی تعلیم ہو یا تعلیم بالغہ ہر طریقہ سے تعلیم کو عام کرنے کے لیے ہنگامی بنیادوں پر اقدامات اٹھانے چاہیئے۔
- نبوی منہج کے مطابق طلباء و طالبات کے لیے تعلیمی وظائف اور سہولیات کی فراہمی کا بھی اہتمام کرنا چاہیئے تاکہ ہمارے طلباء باہر سے جدید علوم پڑھ سکیں اور باہر کے طلباء ہمارے ہاں علوم سے استفادہ کر سکیں۔
- سیرت طیبہ کی تعلیمات کے مطابق زمانے کی ضروریات کو مد نظر رکھ کر جدید علوم اور ٹیکنالوجی کے لیے اداروں کا قیام عمل میں لایا جائے اور اس سلسلے میں غیر ملکی اساتذہ و ماہرین کی تعیناتی بھی سیرت کی تعلیمات کے عین مطابق ہے، اس سے ٹیکنالوجی کے میدان میں امت مسلمہ کا دوسرے اقوام پر انحصار بھی کم ہو جائے گا اور امت زمانے کے کندھے سے کندھا ملا کر چلنے کے قابل بھی ہو جائے گی۔

7.0۔ امن وامان کا قیام

اسلام کے سماجی نظام میں امن و امان کو بہت اہمیت حاصل ہے جبکہ عالمِ اسلام اس وقت اندرونی وبیرونی دشمنوں کے حملوں کی زد میں ہے، ایسے حالات میں جب مسلم ممالک کا دفاع مضبوط سے مضبوط تر ہونا چاہیئے، اکثر مسلم ممالک جنگی سازو سامان اور ٹیکنالوجی کے معاملے میں غیروں کے رحم و کرم پر ہیں۔ گزشتہ دو دہائیوں میں افغانستان و عراق کو باہر سے آئے دشمنوں نے مکمل تباہ وبرباد کیا، شام، یمن اور پاکستان کو اندر ہی سے خاک وخون میں نہلایا گیا؛ جبکہ فلسطین و کشمیر پر مسلط جنگ کو پون صدی گزر چکی ہے۔ اگرچہ انفرادی طور پر بعض ممالک کا دفاع مضبوط ہے لیکن بحیثیت امت کوئی مشترکہ لائحہ عمل نظر نہیں آ رہا، البتہ 2015ء میں سعودی عرب نے مسلم امہ کی چالیس ممالک پر مشتمل مشترکہ فوج اسلامی عسکری اتحاد(*Islamic Military Counter Terrorism Coalition*) تشکیل دیا، لیکن اب تک اس اتحاد نے کوئی عملی کردار ادا نہیں کیا؛ جبکہ مسلم امہ کے مقابل قوتیں نیٹو کی صورت میں مشترکہ دفاعی حکمت عملی اپنا کر ایک مضبوط دفاعی قوت کے طور پر نہ صرف موجود ہیں بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ ہر موقع پر کھڑے بھی ہوتے ہیں۔

7.1۔ سیرت طیبہ میں امن وامان اور دفاع سے متعلق پالیسی

رسول اللہ ﷺ نے فطری طور پر جنگ و جدال کو ناپسند فرماتے تھے، آپ ﷺ ہمیشہ امن کے داعی رہے۔ رسول اللہ ﷺ کی پالیسی امن وامان کے حوالے سے دو حصوں پر مشتمل تھی:

7.1.1۔ داخلہ پالیسی

رسول اللہ ﷺ نے ریاست کے اندرونی امن کے لیے محمد بن مسلمہؓ کی سربراہی میں ایک محکمہ قائم کیا تھا، جو آج کی پولیس فورس کے مشابہ تھی اور ریاست کے اندر مجرموں کو قانون کے شکنجے میں لانے کے لیے متحرک ہوتے تھے[26]۔ اسی فورس کے ذریعے ریاست کے اندر باغیوں کی سرکوبی کی جاتی تھی، جیسے کعب بن اشرف اور ابو رافع کو کومبنگ آپریشن کے ذریعے ٹھکانے لگانے کے متعلق اوپر لکھا جا چکا ہے۔

7.1.2۔ خارجہ پالیسی

بیرونی دشمن سے حفاظت کے لئے رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے ریاست کے اندر موجود ہم خیال و مختلف الخیال لوگوں کو ایک ایسے آئین پر جمع کیا، جس میں ریاست کی دفاع کا خصوصی ذکر کیا گیا تھا:

وإن بينهم النصر على من حارب أهل هذه الصحيفة[27]

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے پڑوسی غیر مسلم قبائل کے ساتھ امن معاہدات کئے، ان قبائل میں جہینہ بنو مدلج، بنو ضمرہ، اور مزینہ کے قبائل شامل تھے[28]۔ رسول اللہ ﷺ امن معاہدات محض کاغذات تک محدود نہیں ہوتے بلکہ آپ ﷺ اس پر عمل درآمد کرتے تھے، جیسے بنو بکر نے صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے مسلمانوں کے حلیف قبیلہ خزاعہ پر حملہ کیا اور قریش نقصان کے ازالے سے انکار کیا تو رسول اللہ ﷺ نے باقاعدہ لشکر کشی کر کے مکہ مکرمہ فتح کیا[29]؛ جبکہ غزوہ تبوک میں جب مقابلہ اس وقت کی سپر طاقت روم سے تھا تو رسول اللہ ﷺ نے مسلم قبائل کی ایک مشترکہ فوج تشکیل دی تھی، جس کی وجہ سے روم جیسی طاقت مقابلہ پر نہ آسکی۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی قابل ذکر ہے رسول اللہ ﷺ امن وامان یقینی بنانے کے لیے اپنی زمین کسی غیر کے خلاف اور غیر کی زمین اپنی ریاست کے خلاف استعمال کرنے کے متعلق غیر لچکدار پالیسی پر عمل پیرا تھے، جیسے صلح حدیبیہ کے بعد ابو بصیرؓ قریش کے بھیجے ہوئے شخص کو قتل کرنے کے بعد مدینہ منورہ میں آئے، تو آپ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ لڑائی کی آگ بھڑکائے گا اور انہیں رہنے کی اجازت نہیں دی[30]۔

7.2۔ تعلیماتِ سیرت کی روشنی میں حل

- مسلمان ممالک کو سب سے پہلے ریاست کے اندر دشمنوں کی سرکوبی کے لیے جامع حکمت عملی مرتب کی جائے، کیونکہ اکثر مسلم ممالک میں غیروں کے آلہ کار مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث ہوتے ہیں۔
- سیرت طیبہ کی تعلیمات کے مطابق عالمِ اسلام کو اپنے پڑوسی ممالک کے ساتھ امن معاہدات کرنے چاہیئے
- اپنی زمین دوسروں کے خلاف اور دوسروں کی زمین اپنے خلاف استعمال کرنے کی اجازت نہیں دینی چاہیئے۔
- خود مسلم ممالک رسول اللہ ﷺ کی حکمت عملی کو اپناتے ہوئے اسلامی عسکری اتحاد کو میدان عمل میں اتارے یا کم از کم مشترکہ دفاعی معاہدہ کریں تاکہ غیروں کے مقابلے میں ایک قوت بن سکیں اور مشترکہ پلیٹ فارم سے عالمِ اسلام کے کمزور و محکوم ممالک کی دادرسی کی جاسکے۔

8.0۔ بدعنوانی اور حکمرانوں کی شاہ خرچیاں

اسلام کے سماجی نظام میں دیانت دار معاشرے کا قیام اور دیانت دار و صالح قیادت کا انتخاب اہم عناصر ہے، کیونکہ کسی بھی قوم کی ترقی کے لیے ضروری ہے کہ اس کے وسائل دیانت داری کے ساتھ اس کے عوام پر خرچ کئے جائیں، عالمِ اسلام کو اس وقت درپیش سماجی مسائل میں سے ایک بدعنوانی، اقرباپروری اور عوامی وسائل کا حکمرانوں کی شاہ خرچیوں پر استعمال ہونا ہے، اس سے ایک طرف وسائل کا ضیاع ہو رہا ہے تو دوسری طرف یہ معاشی عدم استحکام کا سبب بن رہا ہے، کیونکہ بیرونی سرمایہ کار بدعنوان نظام کے تحت سرمایہ کاری سے کتراتا ہے۔

بدعنوانی کے علاوہ ایک سماجی مسئلہ حکمران طبقے کی وہ شاہ خرچیاں ہیں، جو انہوں قانونی طور پر اپنے جائز کی ہوتی ہیں، لیکن جہاں عوام کی اکثریت کے پاس زندگی کی بنیادی ضروریات موجود نہ ہوں، وہاں حکمرانوں کی شاہ خرچیاں قانونی طور پر جائز ہو کر بھی جرم ہے۔ مذکورہ بالا دونوں برائیوں کی جڑ صالح و دیانت دار اور اہل قیادت نہ ہونا ہے۔

8.1۔ عوامی اموال کے تحفظ میں منہجِ نبوی

8.1.1۔ بدعنوانی کی روک تھام

رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کے مشترکہ اموال میں بدعنوانی، دھوکہ دہی اور چوری روکنے کے لیے تمام ممکنہ ذرائع کو استعمال کیا، آپ ﷺ بدعنوانی کی اخروی و دنیوی وعیدات بیان کرنے کے ساتھ احتساب کا انتہائی کڑا نظام قائم فرمایا تھا[31]۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

8.1.2۔ حکمرانوں کی شاہ خرچیوں کی روک تھام

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں روم وفارس کے بادشاہوں کے ہاں زروجواہرات سے مزین تاج، بیش بہا تخت اور سونے چاندی کے اشیاء کا استعمال معمول کی بات تھی، ان حالات میں رسول اللہ ﷺ نے حکمرانی کا ایک نیا نظریہ متعارف کروایا کہ حاکم رعایا کے مال کا مالک نہیں بلکہ امین و نگہبان ہوتا ہے، البتہ رسول اللہ ﷺ نے حکومتی ذمہ داریاں انجام دینے والوں کے لیے بنیادی ضروریات کے بقدر تنخواہ مقرر فرمائی تھی[32]۔

8.1.3۔ صالح واہل قیادت کا انتخاب

رسول اللہ ﷺ نے عوامی اموال اور حقوق کا تحفظ یقینی بنانے کے لیے ہمیشہ اہلیت و دیانت کی بنیاد پر قومی ذمہ داریاں عطا کیں، جیسے آپ ﷺ مکہ مکرمہ کے معاملہ فہم اور بااثر لوگوں میں شامل سیدنا ابو بکر صدیقؓ کو وزیر خاص بنایا تھا[33]، عدالت وقضا کا محکمہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عمرؓ کے سپرد کیا تھا کیونکہ آپؓ کو معاملہ فہمی بے مثال تھی[34]۔ دیانت واہلیت کے اصول کو مد نظر رکھ کر آپ ﷺ نے بعض اوقات دیانت دار آدمی کو قیادت کی مطلوبہ اہلیت نہ ہونے کی وجہ سے ذمہ داری نہیں دی، جیسے سیدنا ابوذرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عہدے کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے ابوذرؓ تم کمزور اور یہ عہدہ امانت ہے[35]۔ اسی طرح دیگر عہدیداروں کی تعیناتی میں بھی میرٹ، متعلقہ شعبوں میں مہارت، انتظامی اہلیت، معاملہ فہمی اور عوامی قبولیت کو اہلیت کا معیار بنایا گیا۔

8.2۔ تعلیماتِ سیرت کی روشنی میں حل

- نبوی منہج کے مطابق مسلم ممالک میں بے رحم احتساب کا نظام لانا ہوگا تاکہ عوامی اموال ضائع نہ ہوں۔
- رسول اللہ ﷺ کی طرح حکمرانی کا ایسا تصور نافذ کرنا ہوگا، جس میں حکمران کی حیثیت عوامی اموال کے نگران ومحافظ کی ہوں۔
- سماجی ترقی کے لیے لازم ہے کہ صالح ودیانت دار اور اہل قیادت کا انتخاب کیا جائے، اگر ایسا ممکن ہو سکا تو غیروں کے قرض دار مسلمان ممالک ان قرضوں کے شکنجے سے نکل کر خودداری وخودمختاری سے اپنے فیصلے کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔

9.0۔ قانونی ومعاشرتی مساوات اور عدل وانصاف

قانونی ومعاشرتی مساوات کسی بھی معاشرے کا بنیادی اساس ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ یہ اسلام کے سماجی نظام کے اہم عناصر میں شامل ہے، جس معاشرے میں مساوات نہیں ہوتا وہاں طبقاتی تفریق جنم لیتا ہے اور سماجی ترقی رک جاتی ہے۔ آج امت مسلمہ میں قانونی ومعاشرتی مساوات کا فقدان ہے، حکمران طبقہ قانون سے ماوراء اور وسائل پر قابض ہے، جس سے طبقاتی تفریق اور نفرت وغصے کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور بعض اوقات یہ نفرت بغاوت کی صورت اختیار کر لیتی ہے، جس کی مثال ہم عرب بہار میں دیکھ چکے ہیں۔

اسی طرح عدل وانصاف بھی سماجی نظام کا اہم ستون ہے، کیونکہ کوئی بھی انسانی معاشرہ عدل کے بغیر زندہ باقی نہیں رہ سکتا، بدقسمتی سے اکثر مسلمان ممالک میں عدالتی نظام انتہائی فرسودہ ہے، جس سے معاشرہ میں بے چینی پھیلتی ہے اور ریاست پر اعتماد کمزور ہوتا ہے۔

9.1۔ قانونی ومعاشرتی مساوات کے متعلق نبوی منہج

رسول اللہ ﷺ نے عرب معاشرے میں ایسا معاشرتی انصاف متعارف ورائج کروایا کہ جس کی مثال انسانیت کی پوری تاریخ میں ملنا ناممکن ہے۔ سب سے پہلے مؤاخات کے ذریعے قبائلی تفاخر کا خاتمہ کیا اور مختلف قبائل کے لوگوں کو بھائی بھائی بنایا بلکہ آزادہ کردہ غلاموں کو قبائل عرب کے لوگوں کے برابر کھڑا کیا، ان آزاد کردہ غلاموں کو ملکی امور میں شریک کیا جاتا اور ان کے مشورے پر عمل بھی کیا جاتا تھا، جیسے غزوہ خندق میں ایک آزادہ کردہ فارسی غلام سیدنا سلمانؓ کے مشورے کو فوقیت پر جنگی حکمت علمی ترتیب دی گئی[36]۔ معاشرتی مساوات کے متعلق خطبہ حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے زریں اصول بیان فرمائے کہ رنگ ونسل کی بناء پر کسی کو کسی پر فوقیت حاصل نہیں[37]۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

سیرت طیبہ میں قانونی مساوات سے متعلق بھی یہی اصول ملتے ہیں، جیسے مدینہ منورہ کے قبائل بنو نضیر اور بنو قریظہ میں جب قتل و قتال کا معاملہ پیش آتا تو بنو نضیر کو فوقیت حاصل ہوتی اور ان کے قاتل سے قصاص نہیں لیا جاتا، بلکہ مالی جرمانہ لے کر چھوڑ دیا جاتا تھا[38]۔ رسول اللہ ﷺ نے قانونی مساوات کو ابتدائی متفقہ دستور میثاق مدینہ کا حصہ بنایا کہ تمام شہریوں کا خون برابر ہے[39]، قانونی مساوات سے آپ ﷺ خود کو بھی مستثنیٰ نہیں سمجھتے تھے، آپ ﷺ وفات سے چند روز پہلے انتہائی بیماری کی حالت میں منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور خود کو بدلہ لینے کے لئے سب کے سامنے پیش کیا[40]۔

9.2۔ عدل وانصاف

رسول اللہ ﷺ نے ایسا عدل قائم فرمایا تھا کہ رہتی دنیا تک اس کی مثال نہیں دی جاسکے گی، ایک مرتبہ ایک بظاہر مسلمان اور یہودی کا مقدمہ آپ کی عدالت میں آیا، چونکہ یہودی اس میں حق پر تھا اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اس کے حق میں فیصلہ فرمایا[41]۔ آپ ﷺ نے عدالتی نگران سیدنا عمرؓ کو مقرر فرمایا تھا جن کی معاملہ فہمی اور عدل وانصاف کی مثال نہیں مل سکتی[42]۔ آپ ﷺ فوری انصاف دینے کے طریقہ پر کاربند تھے اور غیر ضروری تاخیر سے گریز فرماتے تھے۔

9.3۔ تعلیماتِ سیرت کی روشنی میں حل

- حکمران ورعایا کا فرق مٹایا جائے اور افسر شاہی اور طبقاتی نظام کو ختم کیا جائے۔
- ہر طبقہ زندگی سے تعلق رکھنے والوں کو قومی امور میں شامل کیا جائے۔
- قانون کو سب پر یکساں طور پر لاگو کیا جائے اور اس سلسلے میں کسی کو بھی استثنیٰ نہ دیا جائے۔
- مسلمان ممالک کو فرسودہ عدالتی نظام کی جگہ رسول اللہ ﷺ کی طرز پر جلد اور فوری انصاف فراہم کرنے کا نظام قائم کرنا چاہیئے۔
- عدل وانصاف یقینی بنانے کے لیے سیرت طیبہ کی روشنی میں معاملہ فہم اور انصاف پسند ججز کی تعیناتی اور شبہات سے پاک واضح قانون بنانے کے لئے اقدامات اٹھانے چاہیئے۔

10.0۔ نتائج

اسلام کا سماجی نظام پوری حیات انسانی کو محیط ہے، لیکن اس وقت مسلمان ممالک کو اندرونی اور بین الاقوامی طور پر خصوصاً، اتفاق واتحاد کے فقدان، نوجوانوں کے فکری و عملی گمراہی، ذرائع کے منفی استعمال، تعلیم وتحقیق اور جدید ٹیکنالوجی کا فقدان، بدامنی، بدعنوانی، صالح، اہل اور دیانت دار قیادت کا نہ ہونا، قومی وسائل کا ضیاع، عدل وانصاف اور قانونی ومعاشرتی عدم مساوات جیسے چیلنجز کا سامنا ہے، جس کا بہترین حل مسلمانوں کے پاس اسلامی کے سماجی نظام کے تعلیمات نبوی کی روشنی میں عملی صورت میں نفاذ کی صورت میں موجود ہے، یقیناً قرآن کریم کی طرح صاحب قرآن ﷺ کی سیرت کا بھی یہ اعجاز ہے کہ ہر زمانے اور ہر طرح کے مسائل کا حل اس میں موجود ہے، لہٰذا عالمِ اسلام کے ہر فرد خصوصاً حکمرانوں کے ذمے یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ موجودہ بحرانی کیفیت کے خاتمے کے لئے سیرت طیبہ کی روشنی میں امت کے سماجی مسائل کے حل کے لیے سنجیدہ عملی اقدامات اٹھائیں تاکہ امت کے سر پر دوبارہ سے عالمی سرپرستی کا تاج سج سکے۔

حوالہ جات

[1] سنن الكبرىٰ للبيهقى، أبواب تفريق ما أخذ من اربعة أخماس الفئ نصيب، باب إعطاء الفئ على الديوان، حديث نمبر:1308
[2] إبن عبد البر يوسف بن عبد الله،ألإستيعاب فى معرفة الأصحاب(بيروت: دالجيل،1992ء)، 2: 511
[3] إبن سيد الناس محمدبن محمد ،عيون الأثر(بيروت :دارالقلم ،1993ء)1: 230
[4] صفي الرحمن المباركفوري، الرحيق المختوم(بيروت: دار الهلال ، بيروت،1427ه)، ص: 173
[5] سنن أبى داؤد ، كتاب النوم، باب فى العصبية، رقم الحديث:1521
[6] أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله السهيلي، الروض الأنف(بيروت: دار إحياء التراث العربي،1421ه)،7: 19

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

[7] أبو نعيم احمد بن عبد الله الإصبهانی ،معرفة الصحابة (الرياض: دارا لوطن للنشر، الرياض، 1419ھ)، 3: 1327

[8] سنن إبن ماجه، كتاب السنة، باب إتباع سنة خلفاء الراشدين المهدين، حديث نمبر:42

[9] پروفیسر عبد الماجد، اسلام اور عصر حاضر کے مسائل و حل(لاہور: علم و عرفان پبلشرز، 2003ء)، ص:93

[10] سنن الترمذی، أبواب القدر، بَابُ مَا جَاءَ فِي التَّشْدِيدِ فِي الخَوْضِ فِي القَدَرِ، رقم الحديث:2133

[11] صحيح مسلم، كتاب اللِّبَاسِ وَالزِّينَةِ، بَابُ النَّهْيِ عَنْ لُبْسِ الرَّجُلِ الثَّوْبَ الْمُعَصْفَرَ، رقم الحديث:2077

[12] ڈاکٹر محمد حمید اللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی (کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، 1981ء)، ص:290-294

[13] عيون الأثر لابن سيد الناس، 1: 82

[14] صحيح مسلم، كتاب الشعر، رقم الحديث: 2257

[15] صحيح البخاری، كتاب الأدب، باب هجاء المشركين، رقم الحديث: 6153

[16] مسند الامام أحمد بن حنبل، أحاديث رجال من أصحاب النبیﷺ، رقم الحديث: 23151

[17] إسماعيل بن عمر بن كثير، السيرة النبوية(بيروت: دارالمعرفة، 1395ھ)، 3: 11

[18] سليمان بن موسیٰ الحميری، الإكتفاء بما تضمنه من مغازي رسول اللهﷺ(بيروت: دارالكتب العلمية، 1420ھ)، 1: 444

[19] محمد بن جرير الطبری، تفسير الطبری(بيروت: مؤسسة الرسالة ، 1420ھ)، 14: 468

[20] حافظ محمد ثانی، امت مسلمہ کے موجودہ مسائل، درپیش چیلنجز اور ان کا تدارک سیرت طیبہ سے حاصل رہنمائی کی روشنی میں (اسلام آباد: وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان، 2007ء)، ص:44

[21] علامہ بلاذری کے مطابق صرف سترہ افراد لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔(أحمد بن يحيیٰ البلاذری، فتوح البلدان(بيروت:دار و مكتبة بلال، 1988ء)، ص: 453)

[22] صحيح مسلم ، كتاب البر والصلة والآداب، باب تحريم ظلم المسلم، رقم الحديث:2564

[23] ڈاکٹر محمد حمید اللہ، عہد نبوی میں نظام حکمرانی (کراچی: اردو اکیڈمی سندھ، 1981ء)، ص:204-208

[24] سنن الترمذی، أَبْوَابُ الِاسْتِئْذَانِ وَالْآدَابِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابُ مَا جَاءَ فِي تَعْلِيمِ السُّرْيَانِيَّةِ، رقم الحديث: 2715

[25] صحيح مسلم ،كتاب الفضائل، بَابُ وُجُوبِ امْتِثَالِ مَا قَالَهُ شَرْعًا، دُونَ مَا ذَكَرَهُ ﷺمِنْ مَعَايِشِ الدُّنْيَا۔۔۔، رقم الحديث: 2363

[26] ڈاکٹر محمود احمد غازی، محاضرات سیرت (لاہور: الفیصل ناشران و تاجران کتب، 2012ء)، ص:417

[27] عبدالملک ابن ہشام ،السيرة النبوية(مصر:شركة مكتبة و مطبعة مصطفى الحلبی ،1375ھ)، 1: 504

[28] ڈاکٹرمحمد حمید اللہ، مجموعة الوثائق السياسية للعهد النبوي(بيروت: دار النفائس، 1407ھ)، ص: 267

[29] صالح بن طه عبد الواحد، سُبُل السَّلام مِن صَحيح سيرة خَير الأَنَامِ(مكتبة الغرباء، 1428ء)، ص:496

[30] تقی الدين احمد بن علی المقريزی، إمتاع الأسماع(بيروت:دار الكتب العلمية ،1420ھ)، 1: 301

[31] صحيح البخاری، كتاب المغازی، باب غزوة خيبر، رقم الحديث:4234

[32] محمد یاسین مظہر صدیقی، عہد نبوی کا نظام حکومت (علی گڑھ: ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی، 1994ء)، ص:82

[33] المستدرک على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة، أبوبكربن ابی قحافة، رقم الحديث:4408

[34] المنتخب من مسند عبد بن حميد ،مسند عثمان بن عفان، رقم الحديث:48

[35] صحيح مسلم ،كتاب الامارة، باب كراہية الامارة بغير ضرورة، رقم الحديث:1825

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 02 Issue No: 01 (2025)

[36]محمد بن عمر الواقدی،ألمغازی(بیروت: دارالاعلمی،1989ء)، 2: 445

[37]محمد بن یوسف الصالحی،سبل الهدی والرشاد(بیروت: دارالکتب العلمیة،1993ء)،8: 482

[38]اسمٰعیل بن عمر بن کثیر،تفسیرابن کثیر (بیروت: دار طیبه، 1420ھ)، 1: 489

[39]سنن أبی داؤد،کتاب الجہاد،باب فی السریة ترد علی أہل العسکر،رقم الحدیث:2751

[40]أبوبکر محمد بن عبد اللہ البزاز،کتاب الفوائد(الریاض: دار ابن الجوزی،الریاض،1417ھ) ، 1: 405

41محمد بن احمد القرطبی، تفسیر القرطبی(قاہرہ: دارالکتب المصریة،1964ء)،5: 375

42المنتخب من مسند عبد بن حمید ،مسند عثمان بن عفان،رقم الحدیث:48